ڈاکٹر عبدالملک رسول پوری میو قوم کے نامور فرزند، نوجوان محقق، عربی میں کئی بلندپایہ علمی کتابوں کے مصنف ہیں، وہ دلّی یونی ورسٹی، دہلی کے لیکچرار اور جمعیت علمائے ہند کی عظیم الشان مرکزی لائبریری کے مدیر و منتظم ہیں. ان کی طرف سے گروپ کے لیے نہایت قیمتی نوادرات کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، حال ہی میں انھوں نے میوات کے مایۂ صد افتخار بزرگ عالم دین اور روحانی پیشوا، دیوبند کے فاضل، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی 'رح' کے تلمیذ و خلیفہ، جمعیت علمائے ہند، میوات کے سابق صدر، دو درجن سے زائد بلند پایہ علمی کتابوں کے مصنف حضرت مولانا *نیاز محمد خان میواتی* 'رح' کا میو قوم اور علاقۂ میوات کے بارے میں ایک نہایت قیمتی مقالہ، روزنامہ *الجمعیّت* دہلی کے فائل سے تلاش کر کے بھیجا ہے، اس عنایت پر گروپ کی طرف سے ان کا شکریہ لازم ہے، ہم دل کی گہرائیوں سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ اس نوع کے نوادرات سے گروپ کو آئندہ بھی نوازتے رہیں گے

شبّیر میواتی

توصیف الحسن میواتی الہندی

مولانا نیاز محمد صاحب نوح (ضلع گوڑگاؤں)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز نے جب مغل امپائر کی بنیادیں ڈگمگاتے دیکھا، چشم بصیرت سے نہیں چشم بصارت سے دیکھا کہ گھن اس کی رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے اور یہ جاں بلب مریض صحتیاب نہیں ہو سکتا جب تک اس کی صحیح تشخیص مناسب علاج اور مسلسل نگرانی نہ کی جائے، تو اس کے مفاسد کو ختم کرنے کے لئے آزکا علی اللہ محض اپنی ذمہ داری پر ۲۱ ذیقعدہ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء کو ایک مستقل تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۱۴۳ھ میں اسی مطلب کے لئے آپ نے ترجمان القرآن فارسی زبان میں کیا۔

یہیں حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنا نصب العین معین کیا، اپنے پروگرام اور نظام عمل کی تدوین کی، جمعیۃ مرکزیہ بنائی اور اس کی شاخیں ملک کے طول و عرض میں پھیلائیں۔ اسی طرح حزب ولی اللہی نے ایک مستقل مسلم جماعت کا روپ اختیار کیا۔ اس صدی میں اس تحریک کے تین امام ظاہر ہوئے۔ (۱) حضرت شاہ ولی اللہؒ (۱۷۳۱ء - ۱۷۶۳ء) (۲) حضرت شاہ عبد العزیزؒ (۱۷۶۳ء - ۱۸۲۴ء) (۳) حضرت شاہ محمد اسحٰق (۱۸۲۴ء - ۱۸۴۶ء) اس سال اس تحریک کا پہلا دور پورا ہوا۔ اس دور میں حزب ولی اللہی میں ایک ایسا انسان بھی پیدا ہوا جو نہ امیر تھا نہ امام مگر اپنی مبارک زندگی اور شہادت سے اپنے جد امجد کی تحریک کو زندہ کر گیا۔ یعنی مولانا شاہ محمد اسماعیل بن مولانا عبد الغنی ابن حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ اسرارہم۔

اس تحریک کا دوسرا دور شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۳۱ء سے شروع کیا۔ آپ ۱۸۴۱ء تک دہلی میں رہے اور ۱۸۴۶ء تک مکہ معظمہ میں۔ وہاں ان کے نائب استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی تھے، اور اُن کے بعد سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ۱۸۵۷ء تک دہلی میں رہے یعنی ۱۸۵۸ء تک اور اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے۔

ہندوستان میں اُن کے پہلے نائب حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ ۱۸۷۹ء تک، پھر قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی ۱۹۰۵ء تک اور اُن کے بعد شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۱۹۲۰ء تک اس تحریک کے سرپرست رہے۔ اسی سال تحریک مذکور کا دوسرا دور ختم ہوا۔ تحریک کے تیسرے دور کو مولانا شیخ الہند نے ۱۹۲۰ء سے کھڑا کر کے پہلے شروع کیا تھا۔

آپ کے بعد تحریک کی قیادت مفتی اعظم ہند علامہ محمد کفایت اللہ (۱۹۵۲ء) نے (۱۹۳۶ء) تک فرمائی۔ پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے آخر حیات ۱۹۵۰ء تک اس تحریک کی قیادت و زعامت فرماتے رہے۔ یہ دو ڈھائی صدیاں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے لئے بڑی بڑی تبدیلیاں اپنے جلو میں لئے ہوئے تھیں۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ نے پرانے نظام زندگی کے تانے بانے کو بکھیر کر اہل یورپ میں ایک نئی امنگ، نیا حوصلہ اور نیا عزم و آہنگ پیدا کر دیا تھا اور ایشیائی اقوام شہنشاہی و ملوکیت کے نئے تاپ کے جام و مینا سے کھیل کھیل کر اپنے ہوش و حواس گنوا بیٹھی تھیں، یہاں رقص و سرود کی محفلیں تھیں، شاہد و مے کے چرچے تھے اور نقلی آہنگری و صورت سازی کی مجلسیں تھیں، ترکی کا مرد بیمار جانکنی کے عالم میں تھا، عالم عرب برادر کشی میں مصروف تھا اور ہندوستان مغل شہنشاہیت کے تزلزل کے باعث طوائف الملوکی کا شکار تھا۔

یورپ کی ترکتازیوں کے لئے جب یورپ کا رقبہ ناکافی ہوا تو انھوں نے ایشیا کی مدہوشی سے فائدہ اٹھایا اور کہیں تاجروں کے بھیس میں کہیں محنت و طبابت کے بھیس میں اور کہیں مدارس کی کارسازی کے روپ میں ایشیا میں گھسنا شروع کیا اور پھر پھول پھول کر پاؤں توڑے۔ ان کا بخت بیدار تھا، کامرانی اُن کی یاوری کر رہی تھی، نصرت و فتح اُن کے جلو میں اُن کے ہمرکاب تھی، دیکھتے دیکھتے انیسویں صدی کے اوائل میں وہ پورے ایشیا پر چھا گئے۔

یہاں انگریزی راج ہو گیا اور استعمار و استبداد کے خونیں پنجے یہاں پیوست ہو گئے۔ یہ خطرہ اورنگ زیب نے بھی محسوس کیا تھا مگر اس کے دفعیہ کی کوئی مؤثر تدبیر نہ کر سکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اس خطرہ کی اس کی تہ کاریوں سمیت بھانپ لیا تھا اور نہ صرف اس کے دفاع کی خاطر ہی بلکہ اس کی تخریب کاری سے پیدا شدہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے اور صالح قدروں پر نئے سماج کی تعمیر، پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل اور نئے دور کے میکانکی اثرات اور ٹیکنیکل حالات میں ظاہر ہونے والی مشکلات پر قابو پانے کے لئے آپ نے "جمعیۃ علماء ہند" کی اساس رکھی۔ ہاں یہ انقلابی تحریک جمعیۃ علماء ہی ترقی کر کے تو "نام" اسے اس کے صرف تیسرے دور سے جانتے ہیں، جبکہ مفتی اعظم ہند علامہ محمد کفایت اللہ نے ۱۹۱۹ء میں اس کو آئینی صورت دی۔ حالانکہ بہت پہلے سے سرزمین ہند کو اپنی حیات آفریں جد و جہد، اصلاح معاشرہ، ملکی حفاظت و بہبودی اور صالح تدابیر سے فیضیاب کر رہی ہے۔

سید احمد شہید (۱۲۴۶ھ) کی تحریک جہاد در اصل شاہ صاحب کی اصلاحی تحریک کا مجاہدانہ عمل ظہور تھا اور شاملی ضلع مظفر نگر کا معرکہ اس کے آزادی پسند جذبات کا بیتابانہ اعلان۔

دار العلوم دیوبند آپ کے تیار کردہ نظام حیات و طرز زندگی کی آئینی تربیت گاہ اور آپ کے توسط سے علوم نبوی کی ایک عظیم و بے مثال دانش گاہ تھی اور خود یہ جماعت ۱۹۱۹ء میں جب کہ اس کا تیسرا دور شروع ہوا۔ یعنی "الطبقاتی" اصلاح افکار و تہذیب خیالات اور درستگی اعمال کی ایک کامیاب کوشش، تبلیغی تحریک جسے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ نے شروع فرمایا، یہ بھی اسی سلسلہ کی خصوصی طور پر اصلاح معاشرہ کی سعی مشکور تھی۔ بہر حال یہ ساری کوششیں اسی شجر طیبہ کی آبیاری کے لئے مصروف عمل تھیں۔

جمعیۃ علماء ہند اس تحریک علماء کا تسلسل ہے جس کا آغاز اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں ہوا تھا۔

شاہ صاحبؒ کے مجوزہ لائحہ عمل کی صحیح ترجمان جمعیۃ علماء ہند ہی تھی۔ آزادی کی جنگ جمعیۃ علماء ہند نے بڑے وقار اور ڈھنگ سے لڑی۔ ایشیا پر انگریزی تسلط کا بڑا استعمار سلطنت ہند پر ان کی مضبوط گرفت تھی۔ یہاں کے بل بوتے پر اس نے ایشیائی نو آبادیاتی نظام کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔ یہیں سے بیٹھ کر اس نے عربی حکومت میں دراڑیں ڈالیں اور اسی بل بوتے پر اس نے حرمین شریفین پر گولہ باری کی۔ یہ اور دوسرے اسباب تھے جنھوں نے بوریہ نشین علماء کو میدان کارزار کا سپاہی بنا دیا۔ پھر انھوں نے ویرانوں کو آباد کیا اور جیلوں کو رونق بخشی، پھانسی کے پھندے کو چوما اور تختہ دار پر جھولے۔

۱۹۴۷ء میں جب ملک دو حصوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا میوات کے حالات بھی دگرگوں تھے۔ اگر جمعیۃ علماء ہند کے اکابر اس وقت یہاں کی خبر نہ لیتے تو ہم بھی ترک وطن کر دیتے اور ہمارا یہ آبائی وطن ہم سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ جاتا۔ الور، بھرت پور میں ہزاروں مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم الوری مرحوم صدر جمعیۃ علماء ضلع الور کی جد و جہد اور اکابر جمعیۃ علماء ہند کی بھرپور مدد و تعاون سے انھیں دوبارہ مسلمان بنایا گیا۔ صرف باز آبادکاری پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن کی تعلیم کی خاطر سینکڑوں مکاتب کا اجراء فرمایا۔ تقسیم کے بعد تبلیغی جماعتوں پر جگہ جگہ پابندی لگ گئی اور گرفتاریاں بھی ہوئیں مگر ارباب جمعیۃ نے یہ کہہ کر کہ یہ ہماری جماعت ہے اس سارے خدشہ اور خطرہ کو دور کر دیا اور برابر ملک و ملت کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔

فیروز شاہ تغلق کے دور میں میوات میں چند بستیاں انھیں کے نام پر آباد ہوئی تھیں، فیروز پور جھرکہ ان میں سے ایک ہے۔ فیروز پور جھرکہ، فیروز پور نمک، یہاں انگریزی عملداری سے پہلے نمک کے کارخانے تھے، بڑی مقدار میں یہاں نمک بنتا تھا، اسی وجہ سے اس کے تعارف و امتیاز کے لئے اس کا نام فیروز پور نمک رکھا گیا، اس خاص بستی میں پہلے سیدوں کی آبادی تھی۔ یہ آبادی یہاں سے قریب ہی نوح روڈ پر واقع کلتاج پور نام کے ایک گاؤں میں ہوا کرتی تھی، اس کا رقبہ بھی بہت وسیع و عریض ہے یہاں کے باشندے بڑے متین اور سمجھ بوجھ کے مالک ہیں۔ تاریخی لحاظ سے بھی اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے قصبہ گھاسیڑہ جو یہاں سے تین میل کے فاصلے پر دہلی روڈ پر واقع ہے اس کی آبادی اسی بستی کی مرہون منت ہے۔ موضع چندینی وغیرہ مواضعات بھی اسی بستی نے جہیز میں دئے تھے۔

سید احمد شہید کی تحریک جہاد جنگ آزادی ہند اور ایک فلاحی ریاست کے قیام کی مخلصانہ

شرح چندہ

روزنامہ الجمعیۃ دہلی		ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی	
سالانہ	۷۰/- روپے	سالانہ	۲۵/- روپے
ششماہی	۳۶/- روپے	ششماہی	۱۳/- روپے
سہ ماہی	۱۸/- روپے	فی پرچہ	۵۰ پیسے
فی پرچہ	۲۰ پیسے	ہوائی جہاز سے	۵۵ پیسے

کوشش تھی اس میں اس گاؤں کے افراد نے حصہ لیا ہے اور اس کے ماحول کے بہت سے حضرات سرحد پر جاکر شہید ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں جب کل ہند پیمانے پر جنگ آزادی لڑی گئی، اس میں میوات نے بہت نمایاں کردار ادا کیا، انگریزوں نے انہیں کاٹھے دار یا ٹھ کھنڈوالی، کہیں انھیں بیل بناکر جوتا گیا اور کہیں گھوڑی بناکر سواری کا کام لیا گیا۔

یہاں ایک مولوی محمد اسمٰعیل تھے (جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ میوات کے پہلے اور باضابطہ مولوی تھے) ان پر بغاوت کی فرد جرم لگائی گئی اور جب وہ روپوش ہو گئے تو ان کی جگہ کئی آدمیوں کو پھانسی دی گئی، یہاں ایک کھجور کا درخت تھا، اس پر شہیدان حریت کی لاشیں ۶ ماہ تک لٹکتی رہیں۔

۱۹۴۶ء میں جب جمعیۃ علماء ہند کے امیدوار میاں جی محمد عمر صاحب مرحوم کی حمایت کے لئے ایک موقع پر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی اس بستی کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرما چکے ہیں۔

اسی دوران پنڈت جواہر لال نہرو آنجہانی نے بھی میوات کا دورہ کیا تھا، ان کے پروگرام میں نوح بھی آنا تھا، مگر وہاں کی مسلم لیگ نے آپ کے داخلہ پر پابندی لگا کر آپ کو شہر میں نہ گھسنے دیا تو اسی بستی کے جماعت اور آزادی پسند لوگوں نے پنڈت جی کی تقریر بہانے پُرانے محل وقوع نوح کے پہدا تیح پل کے قریب میدان میں کرائی۔

رعیہ طیبہ گڑھ کی ریاست کا ایک اہم عہدہ بھی اس بستی کے چودھری محمد اکرام خاں مرحوم کے سپرد تھا۔ بزرگان دین سے بھی اس بستی کو خصوصی تعلق رہا ہے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم نے جب مدرسہ کاشف العلوم مسجد بنگلہ والی بستی حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی کی بنیاد رکھی تو اس کے اوّلین طلباء میں اس بستی کے حافظ خدا بخش و حافظ عبدالرحمٰن وغیرہ تھے۔ حضرت مولانا محمد صاحب (برادر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) یہاں بار بار تشریف لائے۔ منشی نور احمد صاحب ان کے مخلص مریدوں میں تھے حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب تو یہاں بار بار رونق افروز ہوئے۔ آپ کی میوات تشریف آوری جب بھی ہوتی تھی اس بستی میں ضرور تشریف لاتے تھے۔ آپ کے ساتھ شیخ المشائخ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بھی یہاں تشریف لائے اور اہل بستی کو اپنے فیوض باطنی سے مستفیض کیا۔

نمبردار حاجی محراب صاحب مرحوم کی ایک بیوی (والدہ حاجی محمود) کی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری مرحوم کے حرم محترم میں پرورش اور دینی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ ان کے اصرار محبت و عقیدت پر ایک مرتبہ آپ بھی بڑے حضرت جی مرحوم کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ اس بستی اور اس کے ماحول کے کافی لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ نمبردار حاجی محراب صاحب مرحوم، حاجی چاندل صاحب مرحوم، منشی محمد یوسف صاحب مرحوم یہاں کی مشہور ہستیوں میں سے تھے۔ نمبردار حاجی محراب صاحب کو اجراء مکاتب میں بڑا انہماک تھا، اس میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں فرماتے تھے۔ درگاہ شیخ موسیٰ پلہ کا مدرسہ جب ۱۹۵۷ء میں قائم ہوا تو اس میں مرحوم کی مساعی کو بہت دخل تھا۔ حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں جب بھی میوات کے لوگ جاتے تھے تو آپ میاں جی محراب مرحوم کی خیر و عافیت ضرور دریافت فرماتے۔ حاجی چاندمل صاحب کو بزرگان دین سے بڑی عقیدت و ارادت تھی۔ منشی محمد یوسف صاحب ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے ایک خاندانی بزرگ منیر خاں شُوار کی اُردو فارسی کے بہت اچھے شاعروں میں تھے۔

میوات کے مشہور عالم دین اور مورخ مولانا عبدالشکور صاحبؒ کی پیدائش و پرورش اور علمی تربیت و پرداخت منشی مرحوم ہی کے گھر پر ہوئی۔

"قوم میو ہندستان کی آرین نسل کی پُرانی قوموں میں سے ایک ہے۔ آرین نسل کی سورج بنسی چندر بنسی شاخوں سے اس کا خروج ہے۔ میو اور میوات سنسکرت میں پہاڑ اور دیہات کو کہتے ہیں اسی کی بگڑی ہوئی شکل میو ہے یہ چونکہ عموماً پہاڑوں کے دامن میں اقامت گزیں کی خوگر ہے، اسی وجہ سے اپنی اسی خصوصی صفت کے باعث اس نام سے مشہور ہوئی۔

بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ 'میَد' سے ماخوذ ہے جو عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں 'حرکت کرنا' یہ چونکہ ہمیشہ سے متحرک رہی ہے اسی وجہ سے اس کو میَد کہا جانے لگا جو بعد میں میو ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اس نام سے ایک قوم پُرانے زمانے سے ارض ہند میں آباد ہے۔ موجودہ ہندستان میں سب سے قدیم ہندستانی قوم میو ہے اس کا قدیم مسکن دلی کی پہاڑیوں یعنی پہاڑ گنج، قرول باغ، قطب صاحب (مہرولی)، حوض رانی، پرانا قلعہ، تغلق آباد سے لے کر ارولی پربت کی پہاڑیوں میں جو کوہ آبو تک پھیلی ہوئی ہیں واقع ہے۔ مشرق کی طرف یہ قوم بندرابن، متھرا اور دوآبہ گنگ میں آباد تھی۔ بندرابن نزد متھرا، آنبیر نزد جے پور اور نواح اجمیر ان کے پُرانے سرداروں کی راجدھانیاں تھیں۔ مگر گردش ایام نے چند انقلابی دوروں سے گذار کر اس کے مسکن کو سکیڑ کر تقریباً سو سو میل لمبے چوڑے علاقہ میں محدود کردیا جس کو دورِ مغلیہ میں علاقہ میوات کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آج بھی اس کو میوات ہی کہا جاتا ہے جو ضلع الور، بھرت پور (راجستھان)، ضلع متھرا (یوپی) اور ضلع گوڑگانوہ (ہریانہ) کے جنوبی علاقہ پر مشتمل ہے علاوہ ازیں اس قوم کی منتشر آبادیاں یوپی، مالوہ اور بھوپال میں بھی بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔

ایک قوم جو ایک بڑے حصہ میں اپنے کو پہاڑوں اور میدانوں کا مالک سمجھتی تھی آج نہ صرف اس کا رقبہ سمٹ کر بہت کم ہو چکا ہے۔ بلکہ اس سمٹے ہوئے علاقہ میں بھی اس کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کھیتوں کی ملکیت تک کھوتی جارہی ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں اپنی جگہ بنانے کے لئے اس نے اپنے آپ کو تیار نہیں کیا۔

گو متعین طور پر نہیں کہا جاسکتا مگر گمان غالب یہ ہے کہ اس قوم میں اسلام کچھ تو ان مسلمان تاجروں کی وجہ سے آیا جو سندھ کے راستے ہند، اقصائے چین، ملایا وغیرہ میں تجارتی قافلوں کی شکل میں پھیلے ہوئے تھے اور پھر محمد غوری و محمود غزنوی کے حملوں کے دوران مختلف بزرگوں کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئی یعنی سید سالار مسعود غازی جن کا مزار بہرائچ میں ہے، شاہ بدیع الدین جن کا مزار مکن پور ضلع کانپور میں ہے اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہم اللہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ہاتھ پر اس قوم کا غالب حصہ ایمان لایا۔ اب تک خواجہ صاحبؒ سے اُسے گہری عقیدت اور لگاؤ رہا ہے سید سالار مسعود غازی، شاہ بدیع الدین صاحبؒ مدار، یہ سب اس قوم کے ابتدائی دور کے مصلح رہے ہیں، اُن کی برکات سے یہ قوم اسلام سے وابستہ رہی اگرچہ اسلامی شعائر اس کی عملی زندگی میں بہت کم نوش ہوئے۔ مگر اندرونی طور پر شعائر ملی کا احترام اس قوم کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔

ساتویں صدی ہجری کے آخر میں خواجہ محمد موسیٰ (م ۷۳۳ھ) نے اس قوم کی اجتماعی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور خاطر خواہ خواجہ صاحبؒ کو اپنے مشن میں کامیابی بھی ہوئی۔ چنانچہ اسی عقیدت اور لگاؤ کے باعث خواجہ صاحبؒ کی قیام گاہ درگاہ شیخ موسیٰ واقع موضع پلہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ اس قوم کا کعبۂ مقصود بنی رہی۔ بڑے تزک و احتشام سے یہاں سالانہ

ہوتا رہا۔ کہتے ہیں خواجہ صاحبؒ کا تعلق شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی سے تھا۔

حضرت شاہ مدارؒ کے اصلاحی دورے بھی اس قوم کو اسلام سے وابستہ رکھنے میں ممد و مددگار ثابت ہوئے۔ کہتے ہیں کہ قوم میو میں بھی ان کا ایک خلیفہ تھا (چوہڑ اسدھا) جو الور شہر کے شمال مغربی جانب پہاڑوں کے درمیان آرام فرما ہیں۔

حضرت شاہ چوکھا عہد اکبری سے کچھ پیشتر خراسان آکر یہاں مقیم ہوئے اور شغل اصلاح و تجدید روشن فرمائی۔ اب ان کے نام سے ایک مستقل گاؤں آباد ہے وہیں پہاڑی پر آپ کا مزار ہے۔

حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی انقلابی تحریک کے مجددانہ عملی ظہور سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک جہاد میں اس قوم کے کچھ افراد شریک ہوئے ہیں۔

اب آخری دور میں میاں راج شاہ صاحب سوندھوی ایک بزرگ اسی قوم کے گذرے ہیں، جو حضرت شاہ اسمٰعیل مہی کے خلیفہ و مجاز تھے۔ حضرت سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مواعظ حسنہ سے بھی سیراب ہوئے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی کے ساتھ تعلقات کے بھی ذریعہ بہرہ ور ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے حضرت حاجی سید عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے میاں راج شاہ سے باطنی استفادہ فرمایا ہے۔ اور میاں صاحبؒ کے مجاز بھی ہیں (تذکرۃ العابدین ملفت راج شاہی)

میاں راج شاہ ویسے اُمی تھے، مگر حقائق و معارف خدا تعالیٰ کے فضلِ خاص سے ان پر واشگاف تھے۔ انھوں نے اصلاح میوات کا بڑے وسیع پیمانے پر لائحہ عمل بنایا، جگہ جگہ اپنے تربیت یافتہ لوگ بھیجے، جماعتوں کی شکل میں بھی اور انفرادی طور پر بھی جو لوگوں کو حق تعالیٰ سے وابستگی کا سبق دیکر انھیں ذات خداوندی کا دلدادہ و شیدا بناتے تھے۔ بہرحال انکی اولاد میں تصوف علمی چرچا ہوا۔ انکی دو لڑکیاں بڑی اونچی نسبت رکھتی تھیں۔ ایک نے شادی ہی نہیں کی اور قصبہ فیروز پور جھرکہ میں سکونت اختیار کی، وہیں ان کا انتقال ہوا۔

میاں راج شاہ کے ایک خلیفہ حافظ دلدار بید محمد ابراہیم صاحب تھے جو موضع سراہ ضلع میرٹھ کے باشندے تھے۔ وہیں انھوں نے طریقت و سلوک کی تعمیر و روشن کی اور لوگوں کو مستفیض کیا۔ میاں صاحب کی دوسری صاحبزادی ساتھ اولاد کی مجلس بیاہی تھی جن کے ایک صاحبزادے خواجہ ولی محمد کے متعلق مشہور ہے کہ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ اب وہ ولی جی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں گو قدرے بریلویت کے جراثیم سرایت کر گئے تھے۔ مگر ان کی حق پرستی و صداقت شعاری کی یہ واضح نشانی ہے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کی دینی و ملی خدمات کو بہت سراہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بقول چودھری محمد یٰسین "بھائی گو مسلک کا اختلاف ہے مگر واقعی دین کی خدمت تو دارالعلوم دیوبند نے کی ہے، ولی جی مرحوم نے ہی سب سے پیشتر اہل میوات کو ایک انگریزی علوم کا فاضل (گریجویٹ) دیا تھا۔

چودھری محمد یٰسین خاں مرحوم جو ماضیٔ قریب میں قوم میو کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ چودھری صاحب گریجویٹ بھی تھے۔ اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی تعلیم القرآن سے بھی استفادہ کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور میں کچھ میواتی طلباء بھی اس میں داخل ہوئے اور کچھ فضلاء دارالعلوم باہر سے یہاں آکر اقامت گزیں ہوگئے۔ چنانچہ مولانا محمد مرید صاحب (والد ماجد مولانا محمد حسن صاحب شاگرد شیخ الہندؒ) نے فیروزپور جھرکہ میں مستقلاً قیام فرمایا اور اس کے ماحول میں میو مسلمانوں کو حیاتِ اسلامی کے وسیع اور گہرے سمندر میں پیرنا سکھایا۔ آپ کے بعد آپکے فرزند ارجمند مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے اپنی اصلاحی جدوجہد کو تیز فرمایا۔ دینی مدرسہ کی اساس ڈالی اور تبلیغی دوروں سے اہل میوات کو فیض پہونچایا۔

آج بھی ان کے فیوض و برکات فیروزپور جھرکہ اور اس کے ماحول میں عیاں اور صاف نظر آتے ہیں۔

اس کے بعد کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے مشہور صدیقی خاندان کے ممتاز افراد حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور آپ کے صاحبزادے مولانا محمد صاحب اور مولانا محمد شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے انفاس قدسیہ نے اس قوم کی رگوں میں ایمانی حرارت بھرنے کی ٹھانی۔ تبلیغی تحریک اب تو عالمگیر ہوچکی ہے مگر اس کی تجربہ گاہ اولی بھی سرزمین میوات ہے جس کے مختصر کوائف ابھی آپ نے سنے، اب تک اس علاقہ میں جو کام غیر منظم طور پر مختلف اوقات میں ہو اس تحریک نے اپنے ابتدائی عہد میں اس سب کو سمیٹنے کی کوشش کی اور ان کے ذریعہ مختلف طریقوں سے اس علاقہ کو سینچا گیا۔

تبلیغ کے ذریعہ تعلیمی مراکز، تربیتی اقامت گاہیں متفرق مقامات پر قائم کی گئیں۔ حضرت مولانا محمد صاحبؒ کے شاگرد عزیز حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب قدس سرہٗ اسی قوم کے ایک معزز گرامی بزرگ تھے انھوں نے اپنے تعلیمی نظام کو دوران تعلیم ہی مرتب فرماکر اس پر عمل شروع کردیا۔ صبح سے دوپہر تک خود پڑھا کرتے، شام کو پڑھایا کرتے، مولانا قدس سرہٗ کا دینی و تعلیمی مرکز مدرسہ زینت العلوم (المعروف) بمدرسہ بھانیکے نام سے مشہور ہے چالیس پچاس برس تک حضرت مولانا قدس سرہٗ نے تدریسی و تعلیمی خدمات انجام دیں۔ اور معیاری طریقہ پر اس قوم کو علوم عربیہ سے روشناس کرایا۔

میوات کے تمام علماء بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ کے شاگرد ہیں۔ اور میوات کی تمام علمی چہل پہل آپ ہی کی برکت ہے۔ آپ بقول حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ "میوات کے شاہ ولی اللہ" تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تبلیغی تحریک کے روح رواں اور تربیتی اقامت گاہ کے سربراہ اور شیخ تھے۔ ان کے عہد میں یہ تحریک گو عالمگیر نہ ہو پائی تھی مگر ہمہ گیر ضرور ہوگئی تھی، در اصل مولانا کی سیماب وش شخصیت سے ہر طبقہ کے افراد متاثر تھے۔

دنیا میں بننے سنورنے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم شعور زندگی بیدار ہو، اور زندگی کے کسی بھی نقطۂ نظر پر اجتماع ہو، اس کے بغیر زندگی کے ایام کو کاٹا جاسکتا ہے۔ مناسب طریقہ پر گذارا نہیں جاسکتا۔

بڑے حضرت جی مرحوم نے جب یہ کام شروع کیا تھا تو برصغیر میں سیاسی اکھاڑ پچھاڑ بڑے زوروں پر تھی اور انگریزی سامراج بڑے طمطراق سے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے ذریعے تخت حکومت پر براجمان ہو کر دندنا رہا تھا۔

بدقسمتی اور کم علمی نیز سیاسی شعور کی خفگی کے باعث مسلمان دو بڑے کیمپوں میں تقسیم ہوگئے تھے سیاسی اختلاف نے مخالفت و عناد کی صورت اختیار کرلی تھی نئے علوم سے آراستہ نوجوان اپنے آقاؤں کی ہدایت میں عوام کو علماء کرام سے برگشتہ کر رہا تھا، کچھ سیدھے، سادے بزرگ بھی ازراہ ہمدردی غیر شعوری طور پر انگریز کی شاطرانہ دسیسہ کاریوں کے شکار ہوگئے تھے۔ اس قسم کے حالات تھے جب تبلیغی تحریک وجود پذیر ہوئی، مقصد اس وقت یہ تھا کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں، عوام علماء کرام سے رابطہ قائم کریں، ان کے دلوں میں ان کی عزت ہو۔ علماء کے یہاں فکر سلیم اور راہ ہمدردی کے نشیب و فراز سے واقفیت۔ مگر رقی حیات کا عبور نہ صرف عمل کی سرجوشی سے آسان ہوتا ہے اور نہ محض عرفان و آگہی سے بلکہ دونوں کی ہم آہنگی و مکمل اجتماع سے یہ راہ سہل ہوتی ہے

حضرت مولانا عبدالسبحان نوراللہ مرقدہٗ، تعلیمی مرکز کے سرخیل ہوئے اور علوم آلیہ و عالیہ کی نشر و اشاعت میں سب کچھ نثار کردیا، حتیٰ کہ گھر، جائیداد، خاندان، گاؤں غرض سب کچھ علم کی راہ میں قربان کردیا۔ یہ دو خاندان میوات کے آخری دور میں بہت بڑے محسن رہا۔ میوات اور اہل میوات پر ان کے اتنے احسانات ہیں کہ ان سے سبکدوش ہونا بہت مشکل ہے۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ اور آپ کے ممتاز تلامذہ کے ذریعہ یہاں دارالعلوم کا فیض بہت پہنچا ہے۔ علامہ سید انور شاہ کاشمیری کے ایک نامور شاگرد رشید مولانا عبداللہ صاحب البیوری مرحوم تھے۔ مرحوم نے میو قوم میں احیاء سنت اور خلاف شریعت رسم و رواج کے قلع قمع میں سعی بلیغ فرمائی اسلامی طرز معاشرت، باہمی محبت اور بھائی چارگی، ہمدردی و خیر خواہی، اور معاملات کی پاکیزگی وغیرہ جیسے صفات حمیدہ کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مفتی اعظم ہند علامہ کفایت اللہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی۔ محدث جلیل حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب دیوبندی۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب فیروزپوری نور اللہ مرقدہم زاد اللہ برہانہم نے اہل میوات کو اپنی توجہات سے نوازا ہے۔

موخر الذکر بزرگ نے تو میوات کو اپنا وطن بناکر اہل میوات کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ عقائد درست کرائے۔ اعمال کے اضمحلال کو دور فرمایا، شعائر اسلام کی وقعت و اہمیت اور عظمت دلوں میں بٹھائی۔

مقدمۃ الدارا المنفرد فی شرح الآداب المفرد، بحذف و اضافۃ۔